Rooh-e-Tahqeeq, Vol.03, No.01, Serial No. 07, January-March 2025

قتیل کی عروض نگاری

QATEEL'S WORK ON PROSODY

Abdul Shakoor Shakir
PhD Scholar (Urdu), IULL, University of the Punjab, Lahore
abdulshakoor3454@gmail.com

Dr. Arifa Iqbal
Associate Professor of Urdu, IULL, University of the Punjab, Lahore
arifa.iull@pu.edu.pk

Abstract:
Qateel was a promenent grammarian, poet & prosodist. *Daryā-e-Latāfat* is a great joint work by him and Insha Allah Khan, which deals with Urdu grammar and rhetoric. In the early period, beginner poets and students faced major issues such as prosodic complexity & inconsistency; therefore, prosody was included in this book in that context. In this same framework, Qateel made an initial effort to harmonize prosody with the linguistic structure of Urdu and local temperament and to make it more engaging. However, Qateel devised neither a new metrical system parallel to that of Khalil nor introduced any fundamental reform in prosody. Like other prosodists, he followed only the classical Aruz. Nevertheless, alongside the conventional prosodic feet, he attempted some innovation by proposing alternative terminology, but this effort did not prove successful. The objective reality is that, compared to the first part of *Daryā-e-Latāfat*, its second part is neither reliable nor technically sound and authoritative. Its status in the book is secondary. Urdu critics have regarded the prosodic discussions of *Daryā-e-Latāfat*, in comparison with its morphological and syntactic discussions, as superficial and unproductive. However, Qateel's arguments regarding *Sabab-e-saqeel* and *Fawasil* are certainly thought-provoking for scholars & students of prosody; therefore, they deserve careful reflection. Similarly, his practice of classifying the modified metrical forms and rhythms of the basic metres under a single pattern also reflects his prosodic sense. *These very prosodic issues have been discussed in this article.*

Key Words: *Khalil, Aruz, Qateel, Prosody, Poetic metres, Urdu,* *Fawasil.*

مرزا محمد حسن قتیل(۱۷۵۸ـ۱۸۱۷ء)فارسی کے ایک ممتاز ادیب،شاعر اور عروض نگار گزرے ہیں۔مختلف موضوعات پر ان کی متعدد تصانیف یادگار ہیں۔ان میں دریای لطافت سب سے مشہور ہے۔یہاں اسی بیش قدر تصنیف کے حوالے سے ان کی عروض نگاری کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ مقصود ہے۔دریای لطافت انشاء اللہ خان انشا متوفی ۱۸۱۷ء کی اور قتیل کی اردو قواعد و لسانیات ،بلاغت اور عروض پر ایک مشترکہ کتاب ہے جو مولوی عبدالحق کے قول کے مطابق ۱۲۲۳ھ مطابق ۱۸۰۸ء میں لکھی گئی اور ۴۳ سال کے بعد ۱۲۶۶ھ /۱۸۴۹ء میں مسیح الدین خان بہادر نے اپنے نستعلیق ٹائپ کے مطبع آفتاب عالم تاب واقع مرشد آباد میں طبع کی۔انجمن ترقی اردو ہند نے ۱۹۱۶ء میں اسے دوبارہ طبع کرایا ہے اور اس کتاب میں اتنا تصرف کیا کہ منطق اور علم عروض کے مباحث اس سے خارج کر دیے، جو بے کار ہیں۔(۱) آمنہ خاتون کی تحقیق کے مطابق یہ کتاب ۱۲۲۲ھ /۱۸۰۷ء میں لکھی گئی۔ انشا نے اس کا تاریخی نام **اردوے ناظمی**

لکھا ہے جس سے ۱۲۲۲ کا سن ہجری نکلتا ہے جو ۱۸۰۷ء کے مطابق ہے۔ مولانا محمد حسین آزاد نے بھی آبِ حیات (ص ۲۶) میں یہی سن لکھا ہے۔ تذکرۂ قدرت کے مطابق دریای لطافت احمد علی گوپاموی کے اہتمام سے پہلی بار غرہ رجب ۱۲۶۶ھ مطابق دوم جیٹھ ۱۲۵۷ بنگلہ اور موافق چہاردہم مئی ۱۸۵۰ء کو چھاپہ خانہ آفتاب عالم تاب مرشد آباد میں چھپ کر شائع ہوئی۔(۲) یہ کتاب دو حصوں میں مرتب ہے۔ کتاب کا پہلا حصہ اردو صرف و نحو انشاء کی تصنیف ہے اور دوسرا حصہ منطق، عروض و قافیہ، علم معانی اور علم بیان قتیل کا لکھا ہوا ہے۔ پہلا حصہ ہی کتاب کی جان ہے۔(۳) دوسرا حصہ زیادہ قابلِ لحاظ نہیں، بلحاظِ فن بھی زیادہ مستند خیال نہیں کیا جاتا۔(۴) سنجیدہ ادبا نے اسے اہم نہیں جانا اور عروضی مباحث کو لسانی مباحث کی نسبت غیر وقیع اور زاید قرار دیا ہے۔ عابد پشاوری کا موقف ہے کہ قتیل نے جو کچھ لکھا، اسے قواعد سے کوئی واسطہ نہیں۔ آخری حصے کی تحریر سے نہ قتیل کے فضل و کمال میں اضافہ ہوا نہ قواعدِ زبان میں۔(۵) کتاب " اردو علمِ ہجا و علم عروضِ جدید" کے مصنف عبدالرحمٰن خان کے مطابق دریای لطافت میں عروض کا بیان اس قابل نہیں کہ تشکیل نو میں اس سے مدد لی جاسکے۔(۶) بعض دیگر ادبا نے بھی عروضی مباحث کو لغو خیال کیا ہے۔ بخلاف ازیں بعض جدت پسند ناقدین کی نظر میں دریائے لطافت کا دوسرا حصہ بھی اس کے پہلے حصے ہی کی طرح قابلِ لحاظ ہے کیوں کہ یہ فارسی میں اردو عروض کی پہلی مطبوعہ کتاب ہے۔ اس میں اردو کے لسانی اور مقامی مزاج سے عروض کی مطابقت پیدا کرنے اور اسے دل چسپ بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اسی حیثیت سے اردو عروض کے ارتقائی مدارج میں لائقِ مطالعہ ہے۔

مذکورہ کتاب ایک خطبے، ایک صدف اور سات جزیروں پر مشتمل ہے۔ تمہید سے جزیرۂ دوم تک اردو لغت، محاورات و مصطلحات اور صرف و نحو کے مباحث انشا کے لکھے ہوئے ہیں؛ جب کہ منطق، عروض و قافیہ، بیان اور بدیع قتیل کے بقیدِ قلم لائے ہوئے ہیں۔(۷) عروضی مباحث "جزیرۂ چہارم در علم عروض" کے زیرِ عنوان مندرجہ ذیل ہیں:

شہر اول در ترکیب و بساطتِ بحور

شہر دوم در ذکر ارکان افاعیل

شہر سوم در ذکرِ تفصیل زحافات

شہر چہارم در بیان حروف ملفوظی و مکتوبی

شہر پنجم در تقطیع

شہر ششم در ذکر بحور متداولہ

شہر ہفتم در ذکر اوزان رباعی (۸)

عروض علومِ نقلیات سے ہے نہ کہ علوم عقلیات سے، لہٰذا اس علم میں اختراع، جدت طرازی، تازہ کاری اور اختلاف کی گنجائش کم ہے، تاہم ہر دور میں بعض ماہرین نے خلیل بن احمد کی روش پر چلتے ہوئے کچھ اختراع بھی کیا ہے اور کہیں نہ کہیں اختلاف بھی کیا ہے۔ سب سے پہلے اخفش نے خلیل سے اختلاف کیا اور فواصل کے وجود پر اعتراض کیا۔ اس کے مطابق اسباب و اوتاد بنیادی ارکان کی تشکیل اور اوزان و بحور کے استخراج کے لیے کافی ہیں، تمام افاعیل / ارکان انھی سے تشکیل پذیر ہیں؛ جب کہ فاصلہ ساختی لحاظ سے اضافی شے ہے۔ اصول میں مرزا قتیل نے فاصلے کو تو لازم جانا ہے، لیکن اردو زبان کے الفاظ کی بناوٹ کے حوالے سے سببِ ثقیل کو اضافی جزو قرار دیا ہے۔ اضافی اس لیے کہ قتیل کے

نزدیک اردو میں دو متحرک حروف کا مجموعہ موجود نہیں؛ یہ جزو اضافت سے وضع ہوتا ہے۔ قتیل اپنی کتاب میں اجزا کے تحت سبب خفیف اور سبب ثقیل کی وضاحت کرتے ہوئے اس طرح رقم طراز ہیں:

> "سبب کلمۂ دو حرفی را گویند و آن دو گونہ بود۔ اگر حرفِ اول را متحرک و ثانی ساکن باشد، چون "رس"، آن را سبب خفیف خوانند، و اگر ہر دو متحرک آید، سبب ثقیل موسوم کنند۔ چنین لفظ در ہیچ زبان یافتہ نشود مگر در عربی۔ الخ" (۹)

بعض عروضی لفظ 'ہمہ' کو سبب ثقیل کہتے ہیں کیونکہ ان کے مطابق یہ لفظ دو حرفی مجموعہ ہے اور اس کے آخر کی ہائے مختفی محض برائے املا ہے مگر مرزا قتیل کے نزدیک جب کوئی شاعر اسے تین حروف کے وزن پر باندھتا ہے تو یہ سببِ ثقیل ایک وتدِ مجموع بن جاتا ہے۔ قتیل فواصل کے وجود کا قائل ہے کیونکہ اس کے مطابق عربی و فارسی میں اس کے ہم وزن مستقل الفاظ موجود ہیں۔ بخلاف ازیں اخفش فواصل کو قائم بالذات نہیں مانتا۔ اس کے نزدیک فاصلہ صغری سبب ثقیل و خفیف کا اور فاصلہ کبری سبب ثقیل اور وتد مجموع کا مجموعہ ہے۔ ابو الحسن اخفش کے برخلاف مرزا حسن قتیل کا نقطۂ نظر یہ ہے:

> "آنچہ برین گفتہ اند کہ ذکر فاصلہ درین مقام ضرور نیست۔ ازین سبب کہ فاصلہ صغریٰ بہ سبب ثقیل و سبب خفیف حاصل شود، و کبریٰ بہ سبب ثقیل و وتد مجموع۔ نزدِ فقیر راقم خطاے خودرانہ فہمیدہ اند، بدیہی است کہ مقابل فاصلہ صغریٰ و کبریٰ کلمہ مستقل در عربی و فارسی موجود است، مانند احدٌ، سمکۃٌ، وصنما و شکنمش؛ بخلاف سبب ثقیل کہ ہرگز کلمۂ مستقل در عربی باین وزن نیست و در فارسی بغیر مضاف و موصوف شدن نایابِ محض۔ پس ہر گاہ مستقل موجود باشد، غیر مستقل را جستن چہ ضرور؟ پس چیزی کہ در مثال آن تمام کلمہ کہ بدست آید چگونہ مقابل چیزی کہ در مثالِ آن ضروری باشد۔ این است حال سبب در جنب فاصلہ۔ ازین جا ثابت شد کہ وجودِ فاصلہ در عروض از واجبات باشد و سبب ثقیل بیکارِ محض۔ درین صورت اجزای ارکان دو وتد، دو فاصلہ و یک سبب خفیف باشد۔" (۱۰)

قتیل کے نزدیک سبب ثقیل کا اصول میں شمول اس لحاظ سے نا روا ہے کہ فارسی و اردو میں اس کا ہم وزن کوئی لفظ موجود نہیں جب کہ فاصلے کے ہم وزن الفاظ موجود ہیں۔ اس سیاق میں ایک مستقل جزو کا ترک اور غیر مستقل جزو کا اختیار ایک غلط عروضی روش ہے۔ لیکن قتیل کی یہ بات صحیح نہیں؛ فارسی میں لفظ ہمہ اور عربی میں لکَ، بِکَ، لِمَ، اَنا سببِ ثقیل کی موزوں مثالیں ہیں۔

دریاے لطافت کا موضوع اردو زبان و ادب ہے؛ اس سیاق و سباق میں قتیل نے عروض کو بطورِ نظام الاوزان جدت و تازگی سے متعارف کرنے کی ایک شعوری کوشش کی۔ ان کی یہ کوشش ان کے عہد کے شہری ماحول اور معاشرتی حالات کے مطابق معلوم ہوتی ہے جس میں طوائف اُمرا کی منظورِ نظر اور معاملاتِ حیات میں کسی قدر دخیل تھی؛ مگر یہ کوشش اسلام کے معاشرتی نظام اور تہذیبی اقدار سے مغائرت اور عدم مطابقت کے باعث نہ اس وقت مستحسن تھی اور نہ اس دور کے تہذیبی تناظر میں قابلِ تحسین ہے۔

مرزا قتیل نے ایک باقاعدہ نظام الاوزانِ شعر وضع نہیں کیا؛ البتہ جزوی تصرف کیا ہے۔ بحور اور ان کا خارجی آہنگ وہی رہنے دیا، القابِ بحور بھی وہی رہنے دیے کہ ان کا بدلنا ایک نئے نظام کی تشکیل کے بغیر ناممکن تھا؛ البتہ قتیل نے

چند اصطلاحات کے نام بدل دیے۔ سالم رکن کا نام "صاحب طائفہ خاص وخانگی"، "فرع کو نوچۂ صاحب طائفہ" یا "کنیز انِ خانگی" رکھا اور زحاف کو "سنگار" سے ملقب کر دیا۔ قتیل نے عروض میں دوسرا قابلِ ذکر تغیر و تصرف یہ کیا کہ بنیادی ارکان اور ان کی فروعات کی جگہ ان کے ہم وزن طوائفوں کے اسما والقاب اور متعلقات بطور متبادل تجویز کر دیے ہیں۔ مثال کے طور پر:

مقررہ رکن	مجوزہ رکن	مقررہ رکن	مجوزہ رکن	مقررہ رکن	مجوزہ رکن
فعولن	پیازو	مستفعلن	چنچل پری	فاعلاتن	نور بائی
فاعلن	چت لگن	متفاعلن	چتوت ہتی	مفعولات	صاحب بخش
مفاعیلن	پری خانم	مفاعلتن	بناسپتی	مفاعیل	ملاگیر
فعلاتن	البیلی	مفعولن	گجراتن	مفاعلن	قلندرو
مفعول	بی جان	فعلات	انمول	فعول	لگور

متبادل ارکان کو ان کے تہذیبی تصور یا سماجی حیثیت سے قطع نظر ترکیبی لحاظ سے دیکھا جائے تو اول: بیش تر متبادلات مرکب ہیں، جب کہ گردان کے لیے ارکان کا مفرد ہونا لازم ہے۔ دوم: کچھ متبادلات ثقیل اور نامانوس بھی ہیں، سوم: بعض ہم ہجا اور ہم وزن بھی نہیں؛ مثال کے طور پر پیازو کا لفظ اپنی یائے مخلوط کے سبب فعولن کا ہم وزن نہیں۔ اسی طرح البیلی اور انمول کا ہر دوسرا حرف برج بھاشا کے برعکس پنجابی و اردو میں ساکن بولا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک قاری کو ان متبادلات کی گردان کرنا کچھ محال سا محسوس ہوتا ہے۔ عابد پشاوری نے انشاء اللہ خاں انشا پر اپنی تحریر شدہ تحقیقی و تنقیدی کتاب میں اس موضوع پر بھی تنقید کی ہے۔ ان کے قول کے مطابق:

> "قتیل نے عروض کے حصے میں جہاں ارکانِ افاعیل کو نئے نام دیے ہیں، اس میں بھی فحش کے مظاہرے کے سوا کچھ نہیں۔ اس نئی تراش میں نہ خوش طبعی سے کام لیا ہے نہ موزوں طبعی سے مثلاً فاعلاتن کے لیے 'نور بائی' تجویز کرتے ہیں جس میں فاعلاتن کے مقابلے میں روانی نہیں۔ نور کے بعد سکتہ سا پڑتا ہے۔ اس کے برعکس اگر پہلا ٹکڑا ایک سبب خفیف یعنی دو حرفی لفظ پر مشتمل ہوتا تو یہ قباحت نہ ہوتی۔ مثلاً یہی رکن اگر 'دل ربائی' تجویز کیا جاتا تو زیادہ شگفتہ ہوتا۔ اسی طرح متفاعلن کے لیے 'چتوت ہتی' غیر معروف اور ثقیل ترکیب ہے۔ اس کے لیے کوئی مختصر مناسب فقرہ (مرکب) تجویز کیا جا سکتا تھا۔ مفاعلتن کے لیے 'بناسپتی' میں بھی وہی قباحت ہے جو فاعلاتن کے مقابل نور بائی میں ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ ہندی میں ایسے الفاظ نہیں جن کے پہلے تین حروف متواتر متحرک ہوں... ... فعولن کے لیے 'پیازو' نامناسب ہی نہیں، ناموزوں بھی ہے۔ انشا پیازو کو حروف تہجی (ابتدائی مصمتی خوشوں) کی مثال میں لکھ چکے تھے۔ بقول ان کے یہاں پ اور ی ایک ہو جاتے ہیں تو اسے ی کے اعلان سے لکھنا کہاں تک روا تھا۔ یہاں بآسانی 'رسولن' تجویز کیا جا سکتا تھا لیکن شاید قتیل اس نام کی کسی کسبی سے آشنا نہ تھے۔ یہی حال دیگر ارکان کا بھی ہے۔ عام طور سے متداول ناموں کے مقابلے میں مجوزہ ہندی نام سُست اور ثقیل ہیں اور کہیں کہیں انتہائی قبیح بھی۔ الخ" (۱۱)

یہاں زیادہ طوالت کے اندیشے کے تحت صرف عام اور کثیر الاستعمال بحورواوزان کے مقررہ اسما وافاعیل اوران کے مقابل میں مرزامحمد حسن قتیل کے مجوزہ متبادلات برائے ملاحظہ درج کیے جاتے ہیں تاکہ کسی قدر وضاحت ممکن ہو:

۱۔ بحر ہزج مثمن سالم:

مفاعیلُن مفاعیلُن مفاعیلن مفاعیلن (پری خانم پری خانم پری خانم پری خانم)

بحر ہزج مسدس سالم:

مفاعیلُن مفاعیلُن مفاعیلُن (پری خانم پری خانم پری خانم)

بحر ہزج مسدس محذوف:

مفاعیلُن مفاعیلُن فعولُن (پری خانم پری خانم پیازو)

بحر ہزج مثمن مقبوض:

مفاعِلُن مفاعِلُن مفاعِلُن مفاعلن (قلندرو قلندر قلندرو قلندرو)

بحر ہزج مثمن اخرب:

مفعولُ مفاعیلن مفعولُ مفاعیلن (بی جان پری خانم بی جان پری خانم)

بحر ہزج مثمن اشتر:

فاعلن مفاعیلن فاعلُن مفاعیلن (چت لگن پری خانم چت لگن پری خانم)

۲۔ بحر رمل مثمن سالم:

فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن (نوربائی نوربائی نوربائی نوربائی)

بحر رمل مثمن محذوف: فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن (نوربائی نوربائی نوربائی چت لگن)

بحر رمل مسدس محذوف: فاعلاتن فاعلاتن فاعلن (نوربائی نوربائی چت لگن)

بحر رمل مثمن مخبون محذوف: فَعِلاتن فعِلاتن فعِلاتن فعِلن (البیلی البیلی البیلی سجی)

۳۔ بحر رجز مثمن سالم:

مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن (چنچل پری چنچل پری چنچل پری چنچل پری)

بحر رجز مثمن مطوی مخبون:

مفتعلن مفاعلن، مفتعلن مفاعلن (مال دہی قلندرو، مال دہی قلندرو)

۴۔ بحر کامل مثمن سالم:

متفاعلن متفاعلن متفاعلن متفاعلن (چتوت ہتی چتوت ہتی چتوت ہتی چتوت ہتی)

۵۔ بحر وافر مثمن سالم:

مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن (بناسپتی بناسپتی بناسپتی بناسپتی)

۶۔ بحر متقارب مثمن سالم:

فعولن فعولن فعولن فعولن (پیازو پیازو پیازو پیازو)

۷۔ بحر متدارک مثمن سالم:

فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن (چت لگن چت لگن چت لگن چت لگن)

۸۔ بحر منسرح مثمن مطوی:

مفتعلن فاعلات مفتعلن فاعلات (مال دہی نور بخش، مال دہی نور بخش)

۹۔ بحر مجتث مثمن مخبون:

مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلاتن (قلندروالبیلی قلندروالبیلی)

بحر مجتث مثمن مخبون محذوف:

مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن (قلندروالبیلی قلندروجادی)

۱۰۔ بحر مقتضب مثمن مطوی مقطوع:

فاعلاتُ مفعولن فاعلاتُ مفعولن (نور بخش گجراتن نور بخش گجراتن)

۱۱۔ بحر مضارع مثمن اخرب:

مفعولُ فاع لاتن مفعولُ فاع لاتن (بی جان نور بائی بی جان نور بائی)

بحر مضارع اخرب مکفوف محذوف:

مفعول فاع لات مفاعیل فاع لن (بی جان نور بخش ملاگیر چت لگن)

۱۲۔ بحر طویل مثمن سالم:

فعولن مفاعیلن فعولن مفاعیلن (پیازو پری خانم پیازو پری خانم)

۱۳۔ بحر بسیط مثمن مطوی:

مفتعلن فاعلن مفتعلن فاعلن (مال دہی چت لگن مال دہی چت لگن)

۱۴۔ بحر مدید مثمن سالم:

فاعلاتن فاعلن فاعلاتن فاعلن (نور بائی چت لگن نور بائی چت لگن)

۱۵۔ بحر سریع مسدس مطوی:

مفتعلن مفتعلن فاعلن (مال دہی مال دہی چت لگن)

۱۶۔ بحر خفیف مسدس مخبون محذوف:

فَعِلاتُن مفاعلن فَعِلن (البیلی قلندرو سجنی)

بحر خفیف مسدس مخبون محذوف :

فاعلاتُن مفاعلن فَعِلُن (نور بائی قلندرو سجنی) علیٰ ہٰذاالقیاس دیگر بحور و مزاحف اوزان(۱۲)

۱۷۔ بحر جدید مسدس : فاعلاتن فاعلاتن مُس تفع لن

۱۸۔ بحر قریب مسدس: مفاعیلن مفاعیلن فاع لاتن

۱۹۔ بحر مشاکل مسدس: فاع لاتن مفاعیلن مفاعیلن

آخر الذکر تین سالم بحریں، دوسری فارسی بحریں اوران کے مزاحف اوزان وآہنگ زیرِ مطالعہ کتاب میں کہیں مذکور نہیں ہیں۔ عروض کی تعریف، اجزااوراراکان کے ذکر کے بعد جملہ بنیادی بحور کی تفصیل کی پیش کش بہت ضروری تھی مگر قتیل نے زیادہ متداول بحورواوزان پر ارتکاز کیاہے۔ شاید قتیل نے انھیں اس لحاظ سے شامل نہیں کیا کہ وہ اپنی کتاب اہلِ اردو کے لیے لکھ رہے تھے اور بیش تر اردو شعرا اپنی نظم اور غزل میں ان کا استعمال نہیں کیا کرتے۔ متذکرہ بحریں اور مابعد نووضع فارسی بحریں اپنے بے موقع زحافات کے وقوع، ثقالت اور روانی میں رکاوٹ کے باعث کسی دور کی اُردو شاعری میں عام استعمال نہیں ہوسکیں۔

اس امر کاذکر لازم ہے کہ دریاے لطافت اردو کے قواعد، لسانی مباحث اور علومِ بلاغت پر مشتمل کتاب ہے۔ شروع شروع میں اردو کے نو آموز شعرا اور طلبہ کو عروضی ثقالت اور مغائرت جیسا ایک بڑا ادبی مسئلہ درپیش تھا؛ اسی تناظر میں عروض کو شامل کتاب کیا گیا۔ اسی سیاق میں قتیل نے عروض کی اردو کے لسانی ومقامی مزاج سے ہم آہنگی اور دل چسپی پیدا کرنے کی غرض سے ایک ابتدائی کاوش کی ہے۔ میرزا قتیل نے خلیل بن احمد کے عروضی نظام کے متوازی کوئی نیاشعری نظامِ اوزان مرتب نہیں کیا اور نہ عروض کی تشکیل جدید ہی کی ہے۔ انہوں نے دیگر عروض نگاروں کی طرح روایتی عروض کی پیروی میں اسی کے مباحث بیان کیے ہیں؛ البتہ ان مباحث میں مقررہ افاعیل کے متوازی اپنے مجوزہ اسماسے عروض میں تازہ کاری اور جدت طرازی کی ایک سعی کی ہے مگر یہ سعی مشکور نہ ہوسکی۔ معروضی حقیقت یہی ہے کہ دریاے لطافت کے اولین حصے کے مقابلے میں اس کا ثانوی حصہ قابلِ اعتبار ہے، نہ فنی لحاظ سے معیاری ہے۔ کتاب میں اس کی حیثیت ثانوی ہے۔ متین الطبع ناقدین نے دریاے لطافت کے صرفی و نحوی مباحث کی نسبت عروضی اُمور کو بے فائدہ اوراضافی قراردیاہے۔

"عروضِ جدید" کے مقالہ نگار عبدالرحمٰن خان کو عروض کی تشکیلِ جدید میں استنباط کے لیے نئے اصول وقواعد کی ضرورت تھی۔ اس غرض سے جب انھوں نے قتیل کی عروض نگاری کا مطالعہ کیا تو انھیں مایوسی سے دوچار ہونا پڑا۔ کچھ یہی حال حافظ محمود شیرانی کا بھی تھا۔ وہ بھی کلاسیکی عروض کو عربی وفارسی سے مخصوص سمجھتے تھے اوراردو شاعری کے لیے اردو کی لسانی ساخت اور غنائی مزاج کے مطابق ایک اپنا نظام الاوزان چاہتے تھے۔ جب انھوں نے اکتسابی نقطۂ نظر سے عروضِ قتیل کا مطالعہ کیا تو انھیں حیرت وناامیدی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔ قتیل کی عروض نویسی کی بدولت عروض میں چنداں جدت پیدا ہوئی، نہ اس کے اکتسابی مطالعے سے عروض کی تشکیل نو میں ہنوز کچھ استنباط کیاجاسکاہے۔ اس کا بنیادی سبب یہی ہے کہ خلیل بن احمد کا عروض ایک باقاعدہ سائنسی نظام الاوزان ہے جب کہ میرزا قتیل کی اختراع کا کوئی باقاعدہ طریق کار مرتب نہیں ۔ بیش تر ناقدین اورماہرین نے علمی وتہذیبی تناظر میں قتیل کی عروض نگاری کو ناروا اور غیر متین خیال کیاہے؛ تاہم سببِ ثقیل اورفواصل کی بابت قتیل کے دلائل عروضیوں کے لیے فکر انگیز ضرور ہیں؛ لہٰذا انھیں ان پر ضرور سوچنا چاہیے۔ اسی طرح بنیادی بحور کے مزاحف اوزان اورآہنگوں کوایک وزن کے تحت شمار کرنا بھی قتیل کے عروضی منہج کا پتا دیتاہے۔

☆☆☆☆☆

حوالے

۱۔ عبدالحق، مولوی، دیباچہ مرتب بر طبع ثانی، دریای لطافت، مؤلفہ انشا و قتیل و مترجمہ کیفی (دہلی: انجمن ترقی اردو، ۱۹۸۸)، ص۲۴۔

۲۔ آمنہ خاتون، مرتبہ، لطائف السعادت، مؤلفہ انشاء اللہ خان (بنگلور: کوثر پریس، ۱۹۵۵ء)، ص۶۹-۷۱

۳۔ عبدالحق، مولوی، دیباچۂ مرتب بر طبع اول، دریاے لطافت، ص۱۵۔

۴۔ ایضاً، ص۱۹۔

۵۔ عابد پشاوری، انشاءاللہ خاں انشا (لکھنؤ: اتر پردیش اردو اکادمی، ۱۹۸۵ء)، ص۵۵۱۔

۶۔ عبدالرحمٰن خان، اردو علم هجاو علم عروضِ جدید (کراچی: ایجوکیشنل پرنٹنگ پریس، س ن)، ص۵۔

۷۔ انشاءاللہ خان، دریای لطافت (مرشد آباد: مطبع آفتابِ عالم تاب، ۱۲۶۶ھ / ۱۸۵۰ء)، ص۵۔

۸۔ ایضاً، فہرست ، ص۴۔

۹۔ قتیل، دریای لطافت، ص۳۶۸۔

۱۰۔ ایضاً، ص۳۷۰، ۳۷۱۔

۱۱۔ عابد پشاوری، انشاء اللہ خان انشا، ص۵۵۲۔

۱۲۔ قتیل، دریای لطافت، ص۳۸۸تا۳۹۶۔

Bibliography

- 'Abdul Raḫmān, *Urdū ilm-e Hija-o-ilm-i'Arooẓ-i jadīd*, (Karāchī: Educational Printing Press).
- 'Abid Peshāvarī, *Inshā Allāh Ḵẖān Inshā*, (Lucknow: Utter Perdesh Urdū Academy, 1985).
- Āmina Ḵẖātūn (comp.), *Latāyf-al-Sa'ādat*, (Benglore: Kausar Press, 1955).
- Inshā Allāh Ḵẖān & Qatīl, *Daryā-i Latāfat* (trans.) Kaifī, (Delhī:Anjuman Taraqqi-i Urdū,1988)
- Inshā Allāh Ḵẖnān & Qatīl, *Darya-i Latāfat*, (Murshadabād: Āftāb-i 'Alamtāb Press, 1850).
- Jābir'Ali Sayyid, *Lisānī o 'Arūẓī Maqālāt*, (Islāmābād: Muqtadirah Qaumī Zubān, 1989).
- Qadr Bilgarāmī, *Qavā'id al-'Arooẓ*, (Lucknow: Matba' Shām-i Avadh, 1882).
- Saifī Buḵẖārī, *'Arooẓ-i Saifī*, (Lāhore: Shaiḵẖ Mubārak ʿAlī Tājir-i Kutub, 1934).

❖❖❖